شیخ احمد یاسین، تحریکِ انتفاضہ کی روحِ رواں

حیرت زار شخصیت، سبق آموز کارنامہ

منیر احمد خلیلی

یہ شخص بچپن سے منفرد و ممتاز رہا ہے۔ اس کی غیر معمولی شخصیت ہمیشہ سے حیرت خیز ثابت ہوتی رہی۔ علمِ نفسیات کے مطابق جس طرح غبی، نالائق اور نکمے بچے اپنے والدین اور اساتذہ اور ماحول و معاشرہ کے لیے ایک ٹیڑھا مسئلہ ہوتے ہیں، غیر معمولی حد تک ذہین، چابکدست اور باصلاحیت بچے اس سے بڑھ کر نازک مسئلہ ثابت ہوتے ہیں۔ ان کی ذہانت کو زنگ لگنے، جذبوں کو سرد ہو جانے، سرگرمیوں کو ماند پڑ جانے اور صلاحیتوں کو کند ہو جانے سے بچانے کے لئے عام بچوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ توجہ، تربیت و رہنمائی اور سرپرستی و نگرانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ احمد یاسین صغیر سن تھا، تب بھی اپنی بستی اور محلے کی مسجد میں بزرگوں سے بڑھ کر باقاعدگی اور اہتمام کے ساتھ حاضر ہوتا اور عبادت میں اس کی معصومانہ محویّت سے عمر رسیدہ لوگ بھی مسرّت بھری حیرانی میں مبتلا رہتے تھے۔ فلسطینی مہاجرین کے غزّہ میں واقع کیمپ میں سکول تھا۔ یہ بچہ اس سکول کا انوکھا اور تشویش ناک طالب علم ثابت ہوا۔ مدرسے کے تمام اساتذہ پریشان تھے کہ اس طالب علم پر طاری چپ اور خاموشی کی طویل کیفیت کو کیوں کر ختم کیا جائے اور اسے کیسے آمادہ کیا جائے کہ یہ اپنے معصوم وجود کے اندر احساسات و جذبات کا جو لاوا پال رہا ہے اسے اگل دے، آج بھی یہ عقدہ نہیں کھلا کہ اس عرصے میں اس پر خاموشی کا جو دورہ پڑا تھا اس کا اصل سبب کیا تھا۔ تاہم اس کی بعد کی سرگرمیوں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ فلسطینی عوام پر صلیبی ریشہ دوانیوں اور صیہونی قہر و جبر کی جو چکّی چل رہی تھی، اس نے معصوم اور حسّاس طبع پر ایسا اثر کیا کہ کم عمر طالب علم طویل عرصہ تک سکتے کی حالت میں ڈوبا رہا۔

دردناک حادثہ

پھر یہی احمد یاسین لڑکپن کی حدود میں پہنچا تو اس کا یہ مرحلۂ زندگی بھی کچھ کم غیر معمولی نہ تھا۔ اس عرصے میں یہ کھیلتا اور ورزش کرتا تھا، لیکن اس کے کھیل خطرناک اور اس کی ورزشیں بڑی سخت ہوتی تھیں۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ کسی بڑی صعوبت اور مشقّت سے گزرنے کے

لیے اپنے آپ کو تیار کر رہا ہے۔ اس دور کی اس کی یہی مہم جوئی اور کٹھن پسندی اسے ایک خوفناک حادثے سے دو چار کر گئی۔ ایک دن وہ سر کے بل گرا اور گردن کے قریب سے اس کی ریڑھ کی ہڈی کے مہرے پچک کر ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے۔ اس حادثے میں اس کی جان تو بچ گئی لیکن اعصابی نظام تباہ ہو گیا اور یہ ہمیشہ کے لیے مفلوج ہو کر رہ گیا۔ ہاتھ پاؤں شل اور پورا وجود ناکارہ لیکن اس کے اندر کا عظیم انسان اور قوی اور مضبوط ہو گیا۔ اس کے ارادوں میں کوئی ضعف آیا اور نہ اس کے مستقبل کے پروگرام معطّل ہوئے۔ نوجوان احمد یاسین کی معذوری اسے عمل گاہِ حیات سے دھکیل کر باہر نہ کر سکی۔ وہ پیشۂ تدریس سے منسلک ہونے کی غرض سے انٹرویو اور امتحان کے لیے مقابلے میں اترا تو انٹرویو کمیٹی کے سامنے اس کے دوستوں نے اٹھائے ہوئے اسے ایسے رکھا جیسے بے جان لاش رکھی جاتی ہے۔ اس کمیٹی کے لیے اس سے زیادہ اچنبھے کی بات اور کیا ہو سکتی تھی کہ آزادانہ حرکت سے عاری گوشت کا یہ ڈھیر عملی زندگی میں شرکت ہی کا نہیں، صحیح سالم اور صحت مند لوگوں کے ساتھ مقابلے کا حوصلہ اور سکت رکھتا ہے۔ چنانچہ اسے منتخب کیے بنا اس کمیٹی کے پاس کوئی چارہ نہ رہا اور اس کے ارکان یہ دیکھ اور جان کر انگشت بدنداں رہ گئے کہ علم و ثقافت اور دینی و ادبی معلومات کے اعتبار سے نقل و حرکت سے عاجز و معذور یہ نوجوان بڑے امتیازی درجے پر کھڑا ہے۔ اس کے نام کے ساتھ انھوں نے جو ریمارکس لکھے وہ یہ تھے "محنتی، صاحبِ مطالعہ، وسیع معلومات کا حامل بلکہ سب پہلوؤں سے سب سے ممتاز و بلند"۔

معمارِ ملّت

اٹھا کر لائے اور واپس لے جائے جانے والا یہی نوجوان ایک دن استاد بن گیا۔ بچوں کی تعلیم و تربیت اس کا مشن تھا۔ اس میدان میں اس نے خونِ جگر سے سینچ سینچ کر اپنے شاگردوں کو علمی اور اخلاقی و روحانی اعتبار سے پروان چڑھانے کا زبردست کام کر دکھایا۔ اس کی کارکردگی پر سربراہِ ادارہ سے لے کر افسرانِ بالا تک تعجب کا اظہار کرتے اور پھر سے کا استاد احمد یاسین غزّہ کی پٹی میں مختلف مساجد میں ایک جلیل القدر عالمِ دین اور داعی و مبلّغ کی حیثیت میں سامنے آیا تو منبر و محراب کی زینت، فلسطینی نسلِ نو کا مربی اور مظلوم و ستم رسیدہ قوم کا عظیم قائد بن گیا۔ اپنے علم، تواضع، زہد و ورع اور صدق و اخلاص کی بنا پر بہت جلد اس نے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا۔ نوجوانوں کی عقیدت، ان کا احترام، تعظیم و توقیر کے جذبے اس معذور و مفلوج شیخ پر نچھاور ہونے لگے۔ مقبوضہ فلسطین کے جیّد اور متبحّر و ممتاز علما اس نئے "شیخ" کی عالمانہ و

داعیانہ شان کو رشک و مسرّت کی نگاہوں سے دیکھتے نظر آئے۔ اس حیرت زار ہستی کے ذریعے جنم پانے والی حیرتوں نے ۱۹۸۷ء کے اواخر تک پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اٹھنے بیٹھنے کی حد تک بھی دوسروں کے محتاج احمد یاسین نے "حرکتہ المقاومتہ الاسلامیتہ" (جس کا مخفف "حماس" ہے) کے نام سے ایک تنظیم کھڑی کی اور اس کے زیر اہتمام دسمبر ۱۹۸۷ء میں وہ عظیم' ایمان افروز اور بے مثال تحریک برپا کی جس نے صیہونیوں کی نیندیں اڑا دیں اور اسرائیل کے سرپرستوں کے آہنی مؤقف بدل ڈالے۔

مسجدوں سے اٹھنے والی تحریک انتفاضہ نے دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا کی توجہ کھینچ لی۔ آزادیٔ فلسطین کی جدّوجہد کو دہشت گردی کا نام دے کر نظرانداز بلکہ بدنام کرنے والے امریکہ اور اس کے یورپی حلیفوں کو بھی غلیلوں سے پتھر برسا کر صیہونی فوج اور پولیس کا مقابلہ کرتے ہوئے نو خیز بچوں کی اس تحریکِ حریت و جہاد کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر بدل کر اسے نئے زاویوں سے دیکھنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اس تحریک نے فلسطین کے مسئلے کو دنیا کے سامنے نئے عنوان اور نئے انداز سے متعارف کرایا ہے۔ اب یہ پون صدی سے یہودی قہرمانیوں' بربریت و وحشت کے سامنے کھڑی' حقوق سے محروم' مادر وطن گنوائے ہوئے' ظلم سہتی ہوئی ایک قابلِ رحم قوم کا مسئلہ بن کر سامنے آیا ہے۔

پیدائش اور پے در پے مہاجرت

شیخ احمد ۱۹۳۹ء میں غزّہ شہر سے بیس کلومیٹر کے فاصلے پر جنوب میں بحرِ ابیض کے مشہور ساحلی قصبے عسقلان کے مقابل ایک گاؤں الجورہ میں پیدا ہوئے۔ احمد یاسین نام رکھا گیا اور والدہ سعدہ عبداللہ الھبیل کی نسبت سے احمد سعدہ کی کنیّت سے بھی پکارے جانے لگے۔ چار بھائیوں میں ان کا تیسرا نمبر تھا۔ ابھی تین سال ہی کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور یتیمی کے تلخ اور جھلسا دینے والے نئے حالات میں معصوم بچے کا سفر زندگی آگے بڑھنے لگا۔ ۱۹۴۸ء میں اسرائیلی ریاست کی ناجائز ولادت ہوئی۔ فلسطینیوں کی غریب الوطنی' مظلومیت اور بے بسی کے ایک نئے اور اندوہ ناک دور کا آغاز ہوا۔ دوسرے بہت سے خاندانوں کے ساتھ یہ کنبہ بھی غزّہ کی پٹی پر مہاجرت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوا۔ کچھ مدت بعد غزّہ شہر میں آبسے۔ پچیس سال جوں توں کرکے یہاں گزارے۔ کچھ اہلِ خیر کے مالی تعاون سے غزّہ شہر کے جوار میں ایک بستی جورۃ الشمس میں گھر کی تعمیر ممکن ہوگئی تو وہاں منتقل ہو گئے۔

تعلیم و تربیت کے مراحل

ابتدائی اور پرائمری درجے تک کی تعلیم مدرسہ امام شافعیؒ اور پرائمری سکول برائے مہاجرین غزّہ میں حاصل کی۔ ۱۹۵۵ء میں پرائمری اور ۱۹۵۸ء میں میٹرک کے امتحان کی سند حاصل کی۔ جامعہ قاہرہ میں داخلہ لیا لیکن سلسلۂ تعلیم جاری نہ رہ سکا۔ وسائلِ زندگی یہودیوں کے قبضے میں جا چکے تھے۔ بے شمار فلسطینی کنبے اس دور میں عسرت و ادبار اور مشکلات و مصائب میں زندگی گزار رہے تھے۔ عام فلسطینی گھرانے اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم دلانے کا خواب دیکھنے کے بھی قابل نہ تھے۔ اکثر ماں باپ کی یہ انتہائی خواہش ہوتی تھی کہ مڈل میٹرک کے بعد ان کے بیٹے کوئی چھوٹی موٹی نوکری کر کے خاندان کی کفالت میں معاون اور سہارا بن جائیں۔ فلسطینی پناہ گزینوں کی گزر بسر کا بڑا ذریعہ عالمی اور مقامی ادارے برائے امدادِ مہاجرین کی طرف سے معمولی راشن اور نقدی تھا۔ حالات کی یہ سنگین چٹانیں تھیں جن سے بے شمار دوسرے لوگوں کی طرح شیخ احمد یاسین کی خواہشوں اور تمناؤں کی کمزور سی کشتی بار بار ٹکرائی۔ آج سخت معذوری کے باوجود حریت و جہاد کا علم اپنے شل ہاتھوں میں تھامنے والے احمد یاسین کے قلب و ذہن میں کم سنی کے اس دور میں محرومیوں، مجبوریوں، مایوسیوں اور حسرتوں کے نہ معلوم کتنے کانٹے دائمی چبھن چھوڑ گئے ہوں گے اور کانٹوں سے لگنے والے زخموں سے ابھرنے والے کرب ہی نے اسے غاصب، ظالم اور مسلمانوں کے بدترین دشمن کے خلاف جہاد پر آمادہ کیا ہوگا۔

تحریک اسلامی سے تعلق

رواں صدی کی پانچویں دہائی عالمِ عرب کی دینی بیداری کی ایک نئی اور عظیم لہر اپنے دامن میں لیے نمودار ہوئی۔ امام حسن البنّا شہیدؒ کی برپا کردہ تحریک اپنے اثرات دور دور تک پھیلا چکی تھی۔ پیر و جواں، اعلیٰ اور نیم تعلیم یافتہ، ملازم و کسان، استاد اور طالب علم، پرانی روایتی درس گاہوں اور نئی تعلیمی آماجگاہوں میں یکساں طور پر اور نہایت سرعت کے ساتھ اخوان المسلمین کی فکر قبولیت پا رہی تھی۔ دینی شعور و فہم اور ایمان و ایقان کے روح پرور جھونکے مصر کی سرحدیں پار کر کے دوسرے عرب ممالک کو بھی گراں خوابی کے سحر سے نکلنے کا پیغام دے رہے تھے۔ اخوان المسلمین کے مخلص، انتھک اور روحِ ایمان سے سرشار داعیوں کے اثرات کی لپیٹ میں فلسطینی نوجوان بھی آنے لگے تھے۔

حالتِ جنگ اور ضرورتِ جہاد کو محسوس کرتے ہوئے تحریکِ اسلامی نے تعلیمی اور اخلاقی تربیت کے ساتھ جسمانی ریاضت کا بھی ایک تربیتی کورس مقرر کر رکھا تھا۔ احمد یاسین اس فکر

کے حامل اور ان جسمانی مشقوں کے سرگرم شریک تھے۔ اسی طرح کی مشقوں کے دوران میں وہ ایک بلند چٹان سے کودتے ہوئے سر کے بل گرے اور ان کی گردن کے قریب سے ریڑھ کی ہڈی کے فقرے ٹوٹ گئے۔ یہی حادثہ انہیں مستقل معذوری کا شکار کرنے کا باعث بنا اور سارا اعصابی نظام تباہ ہوگیا۔ ان جسمانی مشقوں کے انسٹرکٹر مشہور مجاہد عبداللہ صیام تھے جنھوں نے ۱۹۸۲ء بیروت میں خالدہ کا معرکہ سر کرتے ہوئے اسرائیلیوں کے ہاتھوں شہادت پائی۔

شادی اور رفیقۂ حیات کے ساتھ کٹھن سفر

احمد یاسین ہاتھ پاؤں ہلانے کے قابل نہیں۔ اپنے طور پر حرکت کرنا اور ایک سے دوسری جگہ جانا ان کے لیے ناممکن ہے۔ معاشی سرگرمیاں اور کنبے کی کفالت کرنا ان کے بس میں نہیں۔ لیکن ایک عظیم خاتون حلیمہ حسن یاسین نے معذوری کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے' اس مجاہدِ بے مثال کے ساتھ رفیقۂ حیات کے طور پر آغازِ سفر کا عزم کرلیا۔ رشتہ دار خاتون کے ساتھ ازدواج کا زندگی بھر کا تعلق ۱۹۶۹ء میں قائم ہوا۔ یہ خاتون ایثار کا عمل اور تکمیلِ عہدِ وفا کی سعی اس طرح جاری رکھے ہوئے ہیں کہ اپنے نامور مگر مفلوج شوہر کی کرسی کو کھینچنے اور جملہ حوائج میں ان کی مدد کرنے کے لیے جیل میں ان کے ساتھ رہنے کو رضا کارانہ طور پر ترجیح دے کر بے اعلان کی سزا بھگت رہی ہیں۔

داعیانہ رول اور اس کے اثرات

شیخ احمد یاسین ابنائے وطن کے افسوسناک حالات سے اپنی شعوری زندگی کے کسی مرحلے میں بھی بے نیاز و لاتعلق نہ تھے۔ وہ اس درد کو محسوس کرتے تھے جو صیہونی ستم کاریوں کے نتیجے میں بے بس فلسطینیوں کے دل سے اٹھتا اور ماحول اور فضا میں سرایت کرجاتا تھا۔ غلامی و محکومی اور مہاجرت و فلاکت کے وہ زخم انہیں بھی لگتے تھے جن کے کرب سے ہر فلسطینی بچہ بڑا تڑپ رہا تھا۔ چنانچہ ۱۹۴۸ء ہی سے صورت حال کا جائزہ لینے اور مصر کی تحریک اسلامی کے اثرات کے تحت آزادیٔ وطن کے لیے منصوبوں پر غور و تدبّر میں ان کا ذہن مصروف اور سوچ وقف تھی۔ زبان میں تاثیر اور دل میں اصلاح کا جذبہ اسی وقت سے موجیں مار رہا تھا۔ دعوت و اصلاح کی سرگرمیوں کا آغاز ہو چکا تھا۔ قائل کرنے اور دائرہ اتفاق میں لانے کی صلاحیت بروئے کار آرہی تھی۔ اس دور میں فلسطین کی کمیونسٹ پارٹی کے سیکرٹری عبداللہ نمر درویش احمد یاسین ہی کی گفتگو سے متاثر ہو کر کمیونسٹ نظریات سے تائب ہوئے اور اسلام کے خادموں کی صف میں

شامل ہوئے تھے' آج شیخ کے قریب ترین رفقا میں سے ہیں۔ اصلاحِ افکار اور تعمیرِ کردار کی مہم کے لیے شیخ احمد یاسین نے مسجد کی مرکزی اور تقدّس و کشش سے بھرپور حیثیت کو خوب سمجھا اور اپنی داعیانہ اور مجاہدانہ سرگرمیوں اور کاوشوں کے لیے مسجد ہی کو مرکز بنایا۔ عورتوں' بچوں اور مردوں کے لیے الگ الگ درس کے حلقے قائم کیے اور بڑی جانفشانی اور فکر و محنت کے ساتھ انقلابی افکار کی جوت جگانے لگے۔

عزائم اور منصوبوں میں عمل کے رنگ کا آغاز

ساتویں عشرے میں احمد یاسین کی مساعی افراد کو عظیم مقاصد سے روشناس کرانے کے بعد منظم کرنے اور ان سے کام لینے کی تدبیروں کا تقاضا کرنے لگی تھیں۔ دینی و دنیوی تعلیم اور جسمانی تعلیم و تربیت کا وہ تجربہ جو اخوانوں نے مجاہد سازی کے لیے پہلے کیا تھا وہ شیخ احمد کی خواہشوں میں بس رہا تھا۔ خواہش جذبہ بنی اور جذبے نے عزم کا روپ دھارا۔ اسی عزم نے **جمعیت المجمع الاسلامی** کو وجود بخشا۔ بہت جلد اس تنظیم کا دائرہ غزّہ سے تمام علاقے تک وسیع ہوگیا۔ اس فورم سے خاص طور پر طلبا کی علمی و فکری' جسمانی اور نظریاتی جہتیں درست کی جاتیں۔ ان کی صلاحیتوں اور قوتوں کو ابھارنے کا کام ہوتا۔ اس تنظیم کے طے کردہ نصابِ عمل و فکر سے گزر کر مزید تعلیم اور روابط کے لیے ایک خاص پلاننگ کے تحت بیرون فلسطین' خاص طور پر سعودی عرب کی جامعات میں بھیجا جاتا۔ وہاں سے تعلیم اور نظری تربیت کی تکمیل کرکے آنے والوں کی خدمات کو غزّہ کی اسلامی یونیورسٹی میں قائم مرکز سے منسلک کر دیا جاتا۔ اس مرکز میں ان نوجوانوں سے کام لینے کے طریقِ کار کا تعیّن پہلے سے ہو چکا تھا۔ جذبہ حریت و جہاد اور شوقِ شہادت کی آبیاری کے ساتھ ساتھ ان کو خدمتِ قوم و وطن کی روح سے بھی سرشار کیا جاتا۔ کچھ سے رفاہی کام لیے جاتے۔ کچھ حفظانِ صحت کے ادارے چلانے پر مامور کیے جاتے۔ ناداروں اور ضرورت مندوں کی امداد و کفالت کے لیے لوگوں سے مالی تعاون حاصل کیا جاتا۔ گویا تربیت یافتہ افراد کو حتمی نصب العین کے لیے پکارنے سے پہلے مثبت اور تعمیری انداز میں مصروف رکھنے کا پورا انتظام کیا گیا۔ اس دوران میں شیخ احمد یاسین کے اثر اور ان کی مقبولیت و ہردلعزیزی کا یہ عالم ہوگیا کہ اہلِ وطن شادی بیاہ' مہر و طلاق' وراثت اور زمین جائداد کے تنازعات میں ان سے فیصلے کرانے اور فلسطینی عوام انھیں اپنا عظیم روحانی باپ سمجھنے لگے۔

انتفاضہ مبارکہ کا ظہور اور مسئلہ فلسطین کا نئے عنوان سے تعارف

۱۹۸۳ء میں پہلی مرتبہ شیخ کی گرفتاری عمل میں آئی۔ ان پر الزام تھا کہ انھوں نے تخریبی

عمل کے لیے اسلحہ جمع کر رکھا ہے۔ یہودی جج نے مفلوج انسان کو تیرہ سال قید کی سزا سنا کر سفاکی کی انتہا کر دی۔ گیارہ ماہ قید کاٹ کر رہا ہو گئے۔ جذبوں کی فصل پک چکی تھی۔ ادھر صیہونی بجلیاں بھی کوند رہی تھیں۔ ڈر تھا کہ فصل اٹھانے سے پہلے ہی یہ بجلیاں سارے خِرمن کو خاکستر نہ کر دیں۔ چنانچہ ایک عظیم تحریک کو برپا اور ایک حکیمانہ اور بلند منصوبے پر عمل کرنے کا حتمی فیصلہ کر لیا گیا۔ مزید تاخیر خلافِ حکمت و مفاد تھی۔ ۸ دسمبر ۱۹۸۷ء کو اس تحریک کا آغاز ہوا جسے آج ساری دنیا انتفاضہ (UPRISING) کے نام سے جانتی ہے۔ حریت و جہاد کے پہاڑ جیسے جذبوں کا لاوا پھٹ گیا۔ مکروہ صیہونی چہرہ اس کے ہاتھوں مسخ ہونے لگا۔ یہ پہاڑ ابھی تک بدستور مصروفِ آتش فشانی ہے۔ انتفاضہ کا عمل جاری ہے۔ عرصہ تک تو دنیا کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس تحریک کی پشت پر کون سے متحرک ہاتھ اور کس کا رسا اور انقلابی ذہن کار فرما ہے۔ انتفاضہ کو کچلنے اور دبانے کی ہر وحشیانہ اور بہیمانہ کوشش کر دیکھنے کے بعد اسرائیلی حکام نے ۱۹۸۹ء میں اس کے قائد شیخ احمد یاسین کو گرفتار کر لیا۔

بطلِ حریت، مجاہد عظیم، فلسطینیوں کے قائد، مفتیٔ اعظم فلسطین الحاج امین الحسینیؒ جب تک تحریکِ آزادیٔ فلسطین کے روحِ رواں تھے۔ اس تحریک کا اسلامی تشخص نمایاں اور محسوس رہا۔ یہ محض عربوں اور فلسطینیوں کے مسئلے کے طور پر دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا جاتا تھا۔ وہ جب اپنے رب کے جوار رحمت میں پہنچ گئے تو تحریکِ حریتِ فلسطین مصر کے جمال عبدالناصر کے نظریات سے متاثر نوجوانوں کے ہاتھ میں آگئی۔ اسی عرصے میں بائیں بازو کے قوم پرست گروپوں کی ایک فصل سی اُگ آئی۔ امریکہ اور روس کے مابین نظریاتی چپقلش اور مفادات کی سرد جنگ عروج پر تھی۔ روس امریکہ اور اس کے حلیف مغربی ملکوں کو زچ کرنے، شرقِ اوسط سے ان کے اثر کو کم کرنے کے لیے عرب ممالک میں مسلسل اپنے نظریاتی پاؤں پھیلا رہا تھا۔ روس کے پاؤں پڑ کر اور اس کے آلۂ کار کے طور پر استعمال ہو کر کچھ مفادات حاصل کرنے کے لیے کوشاں چھوٹے چھوٹے فلسطینی گروپ بازیابیٔ سرزمینِ وطن اور اہلِ فلسطین کے لیے باعزت طور پر جینے کے حق کے مطالبے سے زیادہ روسی قیادت کی نظر میں ایک دوسرے کی پوزیشن خراب کرنے اور اپنی اہمیت اجاگر کرنے میں مصروف رہتے تھے۔ محدود اور ذاتی مفادات و اغراض کے پجاری ان گروپوں نے تنظیم آزادیٔ فلسطین میں اپنا غلبہ قائم کر لیا، اسلام سے وفاداری رکھنے اور اس تنظیم پر اسلامی رنگ دیکھنے کے متمنّی عناصر آٹے میں نمک کے برابر تھے۔ انہیں دھکیل کر دیوار کے ساتھ لگائے رکھا گیا۔ اہم مناصب پر سوشلسٹ، کمیونسٹ، قوم پرست عیسائی اور لادین لوگ

چھائے رہے۔ تحریکِ انتفاضہ اور 'حماس' (حرکتہ المقاومتہ الاسلامیتہ) کے قیام کے بعد جہاں فلسطین کے مسئلے کی نوعیت میں ایک جوہری فرق رونما ہوا ہے۔ وہاں فلسطینی عوام کی حقیقی نمائندگی و قیادت کا تعین بھی نئے سرے سے ہوگیا ہے۔ اندرون فلسطین اس مسئلے کو دنیا کی نظر میں لانے اور اپنے حقوق کی جنگ لڑنے والے اسلام کے شیدائی' شوقِ شہادت سے متلاطم دلوں کے مالک باعمل مسلمان ہیں۔ وہ کسی سرخ یا سفید سامراج کے تابع اور وفادار نہیں ہیں۔ انہوں نے جہد آزادی کو نئے عزم اور نئے انداز میں شروع کیا ہے۔ اس جدّوجہد میں ایک نیا اور توانا شعور کارفرما ہے کہ آزادی اور بازیابیٔ حقوق کا راستہ جہاد خالص کا راستہ ہے۔ یہ نئی تحریک مساجد اور حفظ قرآن کے مدارس سے پھوٹی ہے۔ یہ اسلام کے ساتھ اور اللہ کے لئے جینے مرنے کے عہد کی آئینہ دار تحریک ہے۔ بائیں بازو کی تنظیموں سے وابستہ نوجوان بھی اس نئے عزم و انداز اور اس تحریک کے قائد کے حلقہ بگوش بنتے جارہے ہیں۔ جن جن کو شیخ احمد یاسین کے ساتھ جیل میں کچھ لمحے گزارنے کا موقع ملتا ہے وہ اس معذور شیخ کے اس قدر گرویدہ ہو جاتے ہیں کہ کئی ایک کی رہائی کے احکام صادر ہوئے' انہوں نے اپنا نام واپس لینے اور رہائی کے لیے اس زعیمِ اسلامی اور قائدِ حریت کا نام پیش کرنے پر اصرار کیا۔

تنظیم آزادیٔ فلسطین اور اس کے سربراہ یاسرعرفات اسرائیل کے لیے روز بروز لچک ظاہر کرکے نئی مراعات کی پیش کش کرتے ہیں۔ لیکن 'حماس' اندرون فلسطین کسی نرمی اور رعایت کو اللہ کے ساتھ باندھے ہوئے میثاق سے غداری تصور کرتی ہے۔ عالمی سطح پر سیاسی و سفارتی میدان میں فلسطینیوں کی نمائندگی یاسرعرفات اور تنظیمِ آزادیٔ فلسطین کو سونپے رکھنا ایک مجبوری ہے ورنہ اندرون فلسطین صیہونی بندوقوں سے برسنے والی گولیوں کی بارش اور سنگینوں کے سائے میں سانس لینے اور بسنے والے عوام' جامعات کے استاد اور طلبا' ڈاکٹروں' انجنیئروں اور دیگر شعبوں سے وابستہ باشعور اور تعلیم یافتہ لوگوں کا ساٹھ سے ستر فیصد 'حماس' کا حامی اور شیخ احمد یاسین کا عقیدت کیش ہے۔ شیخ ۱۹۸۹ء سے پابندِ سلاسل اور پسِ دیوارِ زنداں ہیں۔ اس کے باوجود صیہونی حکام اور انتظامیہ اس لاچار و معذور انسان کی شخصیت سے اس قدر خائف ہے کہ جیل کے اندر بھی مقدمے کی کارروائی کئی مرتبہ ملتوی کی جا چکی ہے' مبادا عوامی جذبوں کا طوفان جیل کی دیواروں کو اڑا اور بہا کر لے جائے۔ لیکن طوفان تو اٹھ چکا ہے۔ ارادوں اور آرزوؤں کا طوفان' جذبوں اور شوقِ فراواں کا طوفان—— یہ طوفان دلوں میں' مدرسوں میں' جامعات میں' فلسطینی بستیوں اور قریوں میں ہلچل مچائے ہوئے ہے۔ اور یہ طوفان معذوری و

فالج سے ساکت و صامت شیخ احمد یاسین کے طفیل اٹھا ہے۔ اس نے صیہونی پنجوں میں جکڑی اور دبی پسی قوم کو شاید اپنے الفاظ اور اپنے انداز میں اقبالؔ کا یہ پیغام دیا ہے ۔

کیوں گرفتارِ طلسمِ ہیچ مقداری ہے تُو
دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکتِ طُوفاں بھی ہے

شیخ احمد یاسین کی سزا کے خلاف احتجاج کیا جائے

قاضی حسین احمد، امیر جماعت اسلامی پاکستان

تحریک مزاحمت اسلامی فلسطین (حماس) کے بانی شیخ احمد یاسین کو اسرائیل کی طرف سے عمر قید کی سزا سنائے جانے کی شدید مذمت کرتے ہوئے قاضی حسین احمد امیر جماعت اسلامی پاکستان نے کہا ہے کہ شیخ احمد یاسین جن کا پورا دھڑ فالج زدہ ہے اور جو تحریک حماس بنانے کے جرم میں ۱۹۸۹ء سے اسرائیلی جیلوں میں بند ہیں ۔ ان کا قصور صرف یہ ہے کہ انہوں نے مقبوضہ علاقوں کے فلسطینیوں میں آزادی کی تڑپ پیدا کی اور مردوں کے ساتھ ساتھ بچوں اور عورتوں کو بھی جدوجہد آزادی کے لیے متحرک کردیا ۔

جناب قاضی حسین احمد نے کہا کہ حماس کے بانی کو ایسے وقت سزا سنائی گئی ہے جب امریکہ اپنے "نیو ورلڈ آرڈر" کے نشے میں مبتلا ہو کر پوری دنیا میں مسلح مداخلت کو اپنا حق سمجھتا ہے اور دنیا بھر کے جھگڑوں کو اپنے معیار کے مطابق نمٹانے کا حق تسلیم کروانا چاہتا ہے ۔ امریکی معیار کے مطابق اسرائیل کی ناجائز ریاست کو پورے مشرق وسطی کی قیادت کا حق حاصل ہے اور فلسطین کے اصل باشندوں کو دنیا بھر میں منتشر کرنا اور نیست و نابود کرنا بھی اسرائیلیوں کا حق ہے۔ عرب ممالک کے مصلحت کیش اور خود پسند حکمرانوں کو اسرائیل کے ساتھ امن کانفرنس کی میز پر بٹھا کر امریکہ اسرائیل کی بالا دستی تسلیم کروانا چاہتا ہے۔

قاضی حسین احمد نے انسانی حقوق کی علمبردار عالمی تنظیموں اور دنیا بھر کے آزادی پسند عوام سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ شیخ احمد یاسین کے حق میں صدائے احتجاج بلند کریں ۔ انہوں نے حکومت پاکستان سے بھی مطالبہ کیا کہ وہ اقوام متحدہ میں اسرائیلی حکومت کے اس ظالمانہ رویے کے خلاف احتجاج کریں ---- امیر جماعت نے مزید کہا کہ شیخ احمد یاسین نے اپنی معذوری کی حالت میں پہلے بھی دلوں کو گرمایا ہے اور اب بھی اسرائیلی قید خانے ان کے سینے میں فروزاں آزادی کی شمع کو بجھا نہیں سکیں گے ۔ انہوں نے کہا کہ بانی حماس عزم و ثبات اور فداکاری کی اعلیٰ مثال ہیں۔ ہم انہیں اور ان کی تحریک حماس کے تمام لوگوں کو یقین دلاتے ہیں کہ جب تک فلسطین کا چپہ چپہ آزاد نہیں ہو جاتا ۔ ہم ان کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے ۔